جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ کراچی

التقریظ والانتقاد

کچھ صاحبِ بصائر اور بصائر سے متعلق

بصائر حکیم الامۃ تھانویؒ

از

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی مدظلہ

اسم کا اثر مسمّٰی میں آہی جاتا ہے، اسی لئے تو معلم امی لقب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تاکید فرمائی کہ نام رکھو تو اچھا نام رکھو، میرے عم روحانی صاحب بصائر کا اسم گرامی دیدہ ور والدین نے عبدالحئی رکھا —— زندہ و پائندہ کا بندہ! لازم تھا کہ بندہ کو زندگی ملتی، وہ زندگی جو مسیحائے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نام کے زندہ انسانوں کو بخشنے آئے تھے (لنحیینّہ حیوٰۃً طیبۃً) پاکیزہ، حیوانی حیات سے بلند و بالا زندگی جسکو فنا کا ہاتھ چھو نہ سکے، چنانچہ وہ ملی اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ جواں عمر عبدالحئی (بی۔اے، ایل۔ایل۔بی) کو وقت کے روحانی مسیحا قطب ارشاد شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے ہاتھوں میں قدرت نے دے دیا۔ بندہ نے حیات معنوی پائی، دل زندہ ہوگیا، اب مرحلہ شغل معاش کا آیا، عقل نے بھٹکایا، وکالت میں لگائے رکھنا چاہا، تاثیر اسمی حائل آگئی، وکالت سے دل اتر گیا، ذاتِ حق سے نسبت رکھتے ہوئے "کارِ حیات" کے سوا کچھ کرنے کو جی نہ چاہا، طبیعت معالجۂ امراض کیطرف مائل ہوگئی، ہومیوپیتھی سیکھ کر مطب کھول دیا گیا، مریضوں کی درمانی جونپور میں زور شور سے شروع ہوئی —— ادھر شیخ عالی مقام کا حکم آیا کہ جسمانی امراض کا کام تو خیر ہوتا رہے۔ مگر اہل ایمان کے باطنی امراض کے معالجہ پر بھی اب توجہ مرکوز ہو جائے، اسطرح حضرۃ عبدالحئی اپنے صحیح منصب پر فائز ہوگئے، اور اب "دوائے دل" اور "تریاقِ نفس" بھی بانٹنے لگے،

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی برسوں اپنی زبان سے اپنے مرشد اقدس کے ملفوظات و مواعظ سنا سنا کر مردوں کی مسیحائی کرتے رہے۔ اور یہ دور بھی عجیب تھا کہ ہر وقت ؏ زباں میری ہے بات انکی۔ کا سماں چھایا رہتا تھا —— نسبتِ چشتیہ کا سوز و گداز، ذاتِ الٰہیہ سے ربطِ عشق اور اس آتشِ عشق کی تپش نے خود ان کے صبر و ضبط کو چھین لیا اور بقول منصور حلاجؒ ؎

ہزار مرتبہ گفتم کہ سرِّ عشق بپوشم ہنوز بر سرِ آتش میرم کہ بجوشم

اپنے احوال اپنی زبان پر آنے لگے اور کلامِ موزوں بن کر زبان سے ادا ہونے لگے۔ دیکھنے والے سمجھے کہ مشغلۂ شاعری ہے، مگر خود حضرت عارفی نے محل کر جواب دیا ؎

کوششِ ضبطِ محبت میں ہیں کتنے مجبور		کوئی دل چیر کے دیکھے ترے دیوانوں کے

کئی برس اس سوز و ساز میں گذرے، پھر طبیعت نے ایک افادی کروٹ لی، سوز و درد قدرے سکینت سے بدلا اور وہ جو حالت تھی ؎

در خونِ جگر عارفی می غلط ردی بیچید		در آتش خود سوزد پروانہ چنیں باید

اسکی بجائے اب مسلمانوں کے اصلاحی امور کیطرف توجہ منبذول ہوگئی، "صہبائے سخن" (حضرۃ عارفی کا مجموعۂ کلام) جسکو بڑے جتن سے چھپوایا تھا، اور پڑھوا پڑھوا کر سنا کرتے تھے، اسکو اٹھا کر رکھوا دیا۔ اب حکیم الامت قدس سرہٗ کی تعلیمات، تلقینات اور ان کی حکیمانہ و عارفانہ تصانیف کی سلیس ترجمانی کا بیڑا اٹھایا اور دقائق کو چھوڑ کر عام نفع کی ضروریات کی حد تک، زبان کے ساتھ ساتھ قلم کے ذریعہ خدمت شروع فرمائی۔

اس سلسلہ میں پہلی چیز جو حضرت ڈاکٹر صاحب کی نسبت سے چھپ کر شائع ہوئی وہ خود ان کے اپنے ملفوظات کا ایک چھوٹا سا مجموعہ تھا جو ان کے ایک معتقد نے اپنے مرتبِ حسنِ اعتقاد کے طور پر "افاداتِ عارفہ" کے زیرِ عنوان شائع کیا، یہ رسالہ اہلِ نظر کی نگاہوں میں اپنی تعبیرات کے لحاظ سے ذرا محلِ نظر رہا۔ مگر اس کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت ممدوح نے خود اپنے قلم سے اپنے شیخِ عالی مقام، ان کے طریقِ تربیت اور انکی مربیانہ تعلیمات کے تعارفِ عام کی غرض سے ایک کتاب "مآثرِ حکیم الامت" مرتب فرما کر شائع کی، جسکو خاصہ حسنِ قبول ملا۔ اور لوگوں نے اس سے نفع پایا۔

اس کے بعد حضرت ممدوح کی توجہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو ملت کی عملی ضرورت کی تکمیل کے لئے ترتیب دینے کیطرف منعطف ہوئی، یہ کام کٹھن بھی تھا اور حد درجہ نفعِ عام کے علاوہ نفعِ لازم بھی لئے ہوئے تھے، پورے اخلاص اور جذبۂ فدائیت کے ساتھ حضرت ممدوح نے معتدبہ ذخیرۂ سیرت کے مطالعہ کے بعد اسکو ماہرانہ ترتیب اور حسنِ نظم کے ساتھ تالیف فرمایا، اور "اسوۂ رسول اکرم" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زیرِ عنوان نہایت دیدہ زیب انداز میں شائع فرمایا، یہ کتاب اِدھر نکلی نہیں کہ ہاتھوں ہاتھ بک گئی اور پے در پے اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، خود مؤلف والا مقام کیطرف سے بھی اور ملک کے بعض ناشروں کیطرف سے بھی، یہ اسکی مقبولیت کی کھلی شہادت ہے اور یہ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کا سب سے بڑا کارنامہ اور انشاء اللہ توشۂ آخرت کا سب سے قیمتی سامان ہے۔

میرے روحانی مربی حضرت علامہ شاہ سید سلیمان ندویؒ نور اللہ مرقدہٗ نے زمانۂ قیام کراچی میں ایک مرتبہ فرمایا کہ جی چاہتا ہے ۔ کہ سیرت نبویؐ پہ ایک کتاب "خاص مسلمانوں" کے لئے لکھوں، حضرتؒ نہ لکھ سکے اور لکھتے تو ظاہر ہے کہ اپنے علم و عرفان اور ذات نبویہ سے اپنی نسبت عالیہ کے مطابق لکھتے، مگر مجھے یقین ہے کہ عم روحانی حضرت ڈاکٹر صاحب زاد فیضہٗ کی اس کتاب "اسوۂ رسول اکرمؐ" سے حضرت مرشدیؒ کی روح کو ایک سرور میسر آیا ہوگا ۔ کیونکہ یوں بھی انہیں مؤلف ممدوح سے قلبی محبت تھی ۔

بہرکیف، اس عظیم کارنامہ سے فارغ ہوکر حضرت ڈاکٹر صاحب کا ذہن مبارک پھر اس طرف گیا کہ

ع یک چند نیز خدمت معشوق می کنم

اور پھر تازہ جذبہ سے اپنے محبوب و محسن مربی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی تعلیمات کو ذوق حاضر کے مطابق ڈھال کر پیش کرنے کا ارادہ فرمالیا، "بصائر حکیم الامت" اسی جذبۂ صادق کا کرشمہ ہے ۔

بصائر متوسط سائز کے ساڑھے پانچسو صفحات سے کچھ زائد ضخامت پر نہایت دیدہ زیب انداز میں چھپکر شائع ہوئی ہے ۔ اس کے استناد کی ضمانت یہ ہے کہ ابتدائی سوانحی چند صفحات کے سوا اس میں جو کچھ ہے حرف بہ حرف حکیم الامت قدس سرہٗ کے ملفوظات اور عبارات کی نقل ہے ۔ ترتیب اور عنوان بندی، البتہ مؤلف گرامی کی فنکاری ہے اور فنکاری کا ایک نمونہ ہے ۔ بصائر کا اصل موضوع ٹھیٹھ تصوف ہے ۔ اور اس میں حکیم الامتؒ کا مجددانہ کارنامہ پیش کیا گیا ہے ۔ یہ اشرفی معالجات باطنی کا "مٹیریا میڈیکا" ہے ۔ جس میں نفس و قلب کے امراض، ان کی تحقیق و تشخیص بڑے محققانہ مگر سلیس اور عام فہم پیرایہ میں آگئی ہے ۔ حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ کے اور خلفائے عظام اور متوسلین نے بھی اس سے قبل اس قسم کے کارنامے انجام دئے ہیں ۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کی نگرانی میں ان کے ایک متوسل مولانا محمد دین صاحب نے "شریعت اور طریقت" کے نام سے گویا ایک "قرابادین تصوف" ہی مرتب کر ڈالی، حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب جلال آبادی مدظلہٗ نے بھی غالباً "شریعت و تصوف" کے نام سے ایک چھوٹی کتاب فنی طور پر بڑی جامع اور مفید تحریر فرمائی ہے اور حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ کا کارنامہ تو (جو چار مجلدات میں شائع ہو چکا ہے ۔) حجت و برہان اور تحقیق و تدقیق اور حکمت ایمانی کے لحاظ سے منفرد ہی ہے ۔ مگر یہ اہل علم کے کام کی چیز ہے ۔ ضرورت تھی کہ فنی باتیں اختصار مگر جامعیت کے ساتھ سلیس پیرایہ میں و نفع عام ہو جائیں، مشیت الٰہیہ نے یہ کام مخدومی حضرت محترم ڈاکٹر عبدالحی صاحب زاد فیوضہم کے لئے خاص کر دیا تھا ۔ اور خوب انجام پا گیا ہے ۔ —— جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ۔ اصل موضوع سے قبل مؤلف گرامی کے قلم سے مجدد ملت حکیم الامۃ

نور اللہ مرقدہٗ کے سوانح حیات بہت اختصار کے ساتھ مگر نہایت پُر خلوص اور حقیقت پسندانہ پیرایہ میں رقم ہوگئے ہیں۔ ۱۰ صفحوں کی یہ تحریر دریا بہ کوزہ کا مصداق ہے۔ اس کے بعد باب اوّل ہے۔ ۲۵ صفحات میں حضرتِ اقدس تھانویؒ "آداب سلوک" خود حضرت ہی کے ارشادات سے مرتب کرکے پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے آگے کتاب مزید نو[9] ابواب میں منقسم ہے۔ جو حسب ترتیب یہ ہیں:

حقیقتِ طریق[2]، لوازماتِ طریق[3]، متعلقاتِ طریق[4]، اصطلاحاتِ طریق[5]، احوال وکیفیات[6]، اخلاقِ حمیدہ[7]، اخلاقِ رذیلہ[8]، منتخب مضامینِ تربیت السالک[9]، مقالاتِ حکمت[10]۔

ہر ہر باب اپنے تمام جزئیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ساری کی ساری عبارت حکیم الامت قدس سرہٗ ہی کی تحریرات پر مشتمل ہے۔ گویا ہزارہا ہزار صفحات میں جو جواہر بکھرے ہوئے تھے، حضرتِ مؤلف نے ان میں سے ہم رنگ وہم جنس جواہر کو چن چن کر دس الگ الگ لڑیاں تیار کی ہیں جو دیدہ زیب بھی ہیں اور ہر طالبِ صادق کے کام کی ہیں۔ راقم الحروف کی رائے میں جامعیت اور فنی ضروریات کے اعتبار سے بصائر بہ ظاہر ہلکی پھلکی ہونے کے باوجود اسقدر معنوی وزن رکھتی ہے کہ ہر سالک طریق کو خواہ وہ مبتدی ہو یا متوسط یا منتہی، اور چشتی ہو کہ نقشبندی یا قادری ہو کہ سہروردی اسکا ایک نسخہ اپنے پاس ضرور رکھنا چاہیئے تاکہ مشکل میں دستگیری ہو سکے۔

ترتیب ابواب کے سلسلے میں حضرت مؤلف کی نظر ایک تقدیم تاخیر کیطرف متوجہ کرانا ضروری محسوس ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں رذائل اخلاق کو پہلے ذکر کیا ہے، اور پھر فضائل اخلاق کو۔ اِدھر حضرات چشتیہ کے اصول تربیت میں بھی تخلیہؒ (یعنی رذائل سے پاکی) مقدم ہے اور تحلیہؒ (یعنی فضائل اخلاق سے آراستگی) مؤخر ہے۔ لہٰذا دونوں اعتبار سے بصائر میں بھی اخلاقِ رذیلہ کا باب پہلے آنا چاہیئے تھا، اور پھر اخلاقِ حمیدہ کا۔

اسی طرح اِکّا دُکّا مقام بھی نظرِ ثانی کے بعد حذف یا تشریح کا محتاج ہے۔ مثلاً کتاب کے صفحہ ۱۷۱ پر عنوان ہے "اسمائے مفردہ کا ذکر تو کہیں کسی حجت سے منقول نہیں" یہ ایک عالم دین کو حضرتِ اقدس تھانویؒ کا جواب ہے۔ جسمیں "حدیثِ احصاء" بھی زیرِ بحث آئی ہے۔ جب تک اسکی تشریح اور نفسِ بحث کی وضاحت نہ ہو جائے، سائل کے سوال اور مسئول کے جواب کا سمجھنا اُن حضرات کے لئے جو اس کتاب کے مخاطب ہیں، نہ صرف دشوار بلکہ محض الجھن کا سبب ہو سکتا ہے۔ نیز ملفوظات میں سائل کی تائید میں بھی ارشاد تھانویؒ مل سکتا ہے۔ مثلاً الافاضات الیومیہ میں ایک جگہ حضرت حکیم الامتؒ کا یہ ارشاد ہے۔

"یہ فرقِ مراتب ہی تو ہے جسکی وجہ سے حق تعالیٰ نے ذکر کی تاکید فرماتے ہوئے

کہیں تو ذکر کو اپنی ذات سے متعلق کیا ہے، جیسے ولذکر اللہ اکبر۔ اور کہیں اسمائے حسنیٰ سے متعلق فرمایا ہے۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً۔ یہاں مفسرین نے لفظ اسم کو مقسم کہا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ زائد کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ تغیر عنوان مراتب ذاکرین کے اعتبار سے ہے۔"

کتاب کے آغاز میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے دو مضامین اس موزونیت سے شامل فرمائے گئے ہیں کہ گویا اسی تالیف کے لئے تحریر فرمائے گئے، پہلا مضمون تو حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ کی کتاب تجدید تصوف وسلوک کا پیش لفظ ہے اور دوسرا "موت العالم موت العالم" ہے جو حضرت علامہ نے اپنے شیخ گرامی کی رحلت پر تحریر فرمایا تھا، اصل مضمون خاصہ مفصل ہے۔ یہاں صاحب بصائر مدظلہ اسکی تلخیص شامل فرمائی ہے، اس کے ختم پر ماہنامہ معارف کا حوالہ جو درج ہے۔ اس سے قارئین کو گمان ہو سکتا ہے۔ کہ شاید یہ پورا مضمون ہے، اچھا ہوتا کہ "ملخصاً" کا لفظ اس کے ساتھ تحریر فرما دیا جاتا۔

یہ دو ایک باتیں تنقیدی نقطہ نظر سے خود اپنے عمِ روحانی مدظلہ کے ایماء سے نہیں بلکہ اصرار کیوجہ سے عرض کر دیں۔ ساڑھے پانچسو سے زائد صفحات کی کتاب میں جو تالیفی محاسن وکمالات سے بھرپور ہے، ان سے کیا اثر پڑ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو خاص طور پر اس گرانقدر اور مفید تالیف سے نفع عطا فرمائے اور حضرت مؤلف دامت برکاتہم کو تا دیر فیض رساں رکھے۔

ع — این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اردو زبان میں پہلی بار

دیار حبیبؐ کی مایۂ ناز مستند تاریخ

شائع ہو گئی

تاریخ المدینۃ المنورۃ

مدینہ منورہ کے یوم تاسیس سے تا امروز مفصل تاریخی واقعات نیز مسجد نبوی اور روضۂ انور کی

چودہ سو سالہ مکمل تاریخ

پیش کش: مولانا محمد عبدالمعبود

قیمت: مجلد ۲۵ روپے

المکتبۃ الحبیب

جامع مسجد پھولوں والی، رحمان پورہ۔ راولپنڈی